عمران سیریز

نائٹ کرائم

ازقلم:بابرامین ابر

نام کتاب : نائٹ کرائم

مصنف : بابر امین ابر

موضوع عمران سیریز : شارٹ سٹوری

طرزِ اشاعت : برقی اشاعت

تزئین وآرائش : محمد عثمان ذوالفقار

اشاعت : جون ۲۰۲۳

سرپرست صاحبان : خالد نور، نجم حجازی، محمد شہزاد علوی، بابر امین ابر

ناشر : ایکسٹو آن لائن پبلشر



اداریہ

محترم قارئین کرام

السلام علیکم

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ دور اور ناگفتہ بہ ملکی حالات نے اشاعتی کام کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے اور کتابی شکل میں ناول لانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

انھی حالات کے پیش نظر معزز ساتھیوں نے ملکر قارئین تک اپنی تحاریر اور دوسرے مصنفین کی تحاریر پہنچانے کے لیے ایکسٹو آن لائن پبلشر کے نام سے ادارہ قائم کیا ہے تاکہ قارئین اور کتاب کا رشتہ قائم رہے۔اس ادارے کے تحت ناول صرف سافٹ کاپی کی شکل میں شائع ہوا کریں گے۔اور کتابی شکل میں جاسوسی سیریز پبلی کیشن ملتان سے شائع ہوں گے۔کیوں کہ مہنگائی سب کے سامنے ہے اور ہمارے ادارے کے فنڈز کی صورت حال انتہائی حد تک مخدوش ہے اور نہ ہونے کے برابر ہے۔اس لیے ناول کتابی شکل میں لانے کے لیے کم از کم تین سے چار ماہ یا اس بھی زیادہ عرصہ درکار ہے۔لہٰذا تب تک اس ادارے کے تحت آن لائن ناولز مختلف مصنفین کے آپ تک پہنچائے جاتے رہیں گے۔امید ہے آپ ہمارے اس اقدام کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔اپنی آراء سے ضرور نوازیں۔

ادارہ ایکسٹو آن لائن پبلشر

نائٹ کرائم

پیش لفظ

محترم قارئین ! السلام علیکم

میرا پہلا مختصر عمران سیریز کا ناولٹ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس میں مستقبل قریب میں واقع ہونے والے ایک گھناؤنے دھندے کو ایک مختصر پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مختصر ناولٹ نجم حجازی صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لکھنے کی جسارت کی ہے۔اس میں مزاح کا عنصر بھی موجود ہے۔ ہلکا پھلکا مزاح دار ایکشن بھی ہے۔امید ہے کہ آپ کو میرا یہ پہلا مختصر ناولٹ ضرور پسند آئے گا۔

آپ سب کا مخلص

بابر امین ابر (گوجرہ)

اس نمبر رائے یا تبصرہ ضرور بھیجیں۔ 0308-6784211

شرف انتساب

محترم بھائی نجم حجازی کے نام

"اوئے! ہٹاؤ اپنی یہ دکان! کیا تماشا لگا رکھا ہے؟ ہوسٹل والی میڈم کہتی ہیں کہ ہمیں پریشانی ہوتی ہے۔" ایک ہٹے کٹے سانڈ نما شخص نے عمران سے آکر کہا۔

جو ایک این، جی، او کے تحت چلنے والے گرلز ہوسٹل کے بالمقابل علی عمران حلوائی
ایم۔ایس۔ سی، ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) کے نام سے دکان سجائے بیٹھا تھا۔

یہ ایک چوراہا تھا۔ جس کے بائیں جانب تین سو میٹر کی دوری پر دائیں ہاتھ گرلز ہوسٹل کی عمارت موجود تھی۔اور اس کے ارد گرد دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ عمران بائیں جانب اپنی دکان کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ عمران والی سائیڈ میں صرف اس کی ہی دکان موجود تھی۔

عمران کے ساتھ صدیقی اور خاور موجود تھے۔اس کی دکان کے اندر مختلف انواع واقسام کی مٹھائیاں شیشے کے بڑے بڑے باکسز میں سجی ہوئی تھیں۔

خود عمران دکان کے باہر ایک بڑے سے لکڑیوں کے بنے ہوئے مضبوط پھٹے پر
لڈوؤں، جلیبیوں، سموسوں اور پکوڑوں کے تھال سجائے بیٹھا تھا۔

اس سے آگے ایک مٹی کی بڑی سی بھٹی بنی ہوئی تھی جس پر ایک بڑی کڑاہی میں صدیقی برفی بنانے کے لیے ایک کفگیر کی مدد سے دودھ کاڑ رہا تھا۔ جبکہ خاور پنکھی کی مدد سے مکھیوں کو بھگانے میں مصروف تھا۔

عمران نے ایک چھوٹے چوہے دان میں چار چوہے بھی قید کر کے علیحدہ رکھے ہوئے تھے۔ان چوہوں کی بابت دریافت کرنے پر عمران نے ان دونوں کو چوہوں کا بھرتہ بنا کر کھلانے کی آفر بھی کی تھی۔ جسے ان دونوں نے مسترد کر دیا تھا۔

()()()()()()()()()()()()()()

علی عمران حلوائی ایم۔ایس۔سی،ڈی۔ایس۔سی(آکسن) نامی سائن بورڈ پر ایک دلچسپ تحریر موجود تھی۔

عمران حلوائی کی مٹھائیاں کھائیں

جی، جان، دماغ تگڑے بنائیں۔

جس کی کس بل نکالنا مقصود ہوں

"اسے عمران حلوائی کے لڈو کھلائیں۔

"دکان کیوں ہٹے گی؟ یہ یہیں رہے گی۔اگر تمھاری میڈم کو کوئی مسئلہ ہے تو انھیں یہ لڈو لے جا کر کھلاؤ۔یہ دافع تمام مسائل و آفات ہیں۔ان سے خصوصی افاقہ ہو گا۔"عمران نے معصوم سے انداز میں کہا۔تو لڈوؤں سے مکھیاں اڑاتا خاور اور دودھ میں کفگیر چلاتا صدیقی دونوں ہنس پڑے۔

"میں تمھیں آخری کہہ رہا ہوں کہ صبح تک یہ دکان یہاں سے ہٹ جانی چاہیے۔ نہیں تو تمھارے ساتھ بہت برا ہو گا۔ تمھاری ہڈیاں توڑ ڈالوں گا۔"سانڈ نما شخص نے غراتے ہوئے کہا۔غصے سے اس کے چہرے پر موجود بڑی بڑی مونچھیں پھڑ پھڑانا شروع ہو گئی تھیں۔

"بیٹے! میری ہڈیاں لما لما باٹو کی بنی ہوئی ہیں۔ جنھیں توڑ پانا تم جیسے نانہجار چوہے کے بس کی بات بالکل بھی نہیں ہے۔اور اگر میں نے غصے میں آکر تمھاری مونچھوں کو تاؤ دے دیا تو قلابازیاں

کھاتے پھرو گے۔ جاؤ! شکل گم کرو! "عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔انداز تاؤ دلانے والا تھا۔ صدیقی، خاور اپنے فرائض سر انجام دیتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ارد گرد کے دکان دار حضرات بھی کچھ فاصلے پر جمع ہو گئے تھے۔ لیکن سب سانڈ نما شخص کے خوف کی وجہ سے خاموش تھے۔

"تو تم ایسے نہیں مانو گے ؟"سانڈ نما شخص نے پوچھا۔

"نہیں ! بالکل نہیں !اور میں ویسے بھی نہیں مانوں گا۔چاہے تم جتنا مرضی ڈھول پیٹ لو! "عمران نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ تو اس سانڈ نما شخص نے عمران کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

عمران نے پاس پڑی دودھ والی بڑی کڑاہی سے گرم دودھ کا ایک ڈبہ بھر کر اس کے بازو پر انڈیل دیا۔ تو وہ ہاتھ جھٹکتا ہوا عمران کا گریبان چھوڑ کر پیچھے ہٹ کر چلانا شروع ہو گیا۔

"صدیقی ! خاور ! پکڑ کر اس سانڈ کو الٹا کرو تا کہ اسے علی عمران حلوائی
ایم۔ایس۔ سی، ڈی۔ایس۔ سی (آکسن) کی بے حرمتی کرنے اور بھڑنے کا مزہ چکھایا جا سکے۔ "عمران نے کہا۔ تو صدیقی اور خاور نے چشم زدن میں اس سانڈ نما شخص کو الٹا لٹا کر مضبوطی سے جکڑ لیا۔ دیگر دکانداروں میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

عمران نے گرم گرم کفگیر نکال کر اس شخص کے کولہوں پر لہک لہک کر لگانا شروع کر دیا۔ وہ ایک دو لمحوں کے لیے کفگیر گوشت پر رکھ کر دباتا اور پھر اٹھا لیتا۔

اس کے بعد عمران نے کفگیر کی مدد سے اس شخص کے کولہوں کو بجانا شروع کر دیا۔

عمران کے اس عمل سے وہاں موجود افراد کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹیں بکھر گئی تھیں۔

پھر عمران نے اس شخص کا کمر بند ڈھیلا کر کے اس کی شلوار میں چوہے چھوڑ کر دوبارہ کمر بند اور اس کے پائنچے بھی رسیوں کی مدد سے مخصوص انداز میں کس دیں۔

"اب چھوڑ دو اسے ! آج سب یہاں افریقی رمبا سمبا ناچ دیکھ لیں گے۔" عمران نے کہا۔ تو صدیقی اور خاور نے اسے چھوڑ دیا۔

وہ شخص عجیب انداز میں ٹانگیں اوپر نیچے اٹھاتا اور بری طرح سے لچکتا مٹکتا بھاگ نکلا۔

اس نے چوہوں سے جان چھڑانے کی کافی کوشش کی لیکن چوہوں نے فرار کا راستہ نہ پا کر اس کی شلوار میں اودھم مچا رکھا تھا اور گانٹھیں مخصوص انداز میں لگائی گئی تھیں۔ اس لیے بات تھی کہ بن کر نہ دے رہی تھی۔

اس دلچسپ اور مزاحیہ صورتحال پر سب ہنس رہے تھے۔

"ہونہہ ! بڑا آیا تھا علی عمران حلوائی کو اٹھانے ! ہاہاہاہا !" عمران نے پرانی فلموں کے ولنز کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔ تو صدیقی اور خاور نے بھی اس کے ساتھ قہقہے لگا دیے۔

کیوں کہ انھیں چوہے قید کرنے کا مصرف اچھی طرح سمجھ آ چکا تھا۔

()()()()()()()()()()()()()()

سر عبدالرحمٰن اپنی مخصوص جیپ کے ساتھ وہاں آ پہنچے۔ فیاض ان کے ہمراہ تھا۔ وہ دونوں سادہ لباس میں ملبوس تھے۔

"تو تم میرا نام خاک میں ملانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتے۔" سر عبدالرحمٰن نے آتے ہی تند لہجے میں کہا۔ فیاض ان کے پیچھے سعادت مندی سے کھڑا تھا۔

"لیکن ڈیڈی ! یہاں تو خاک ہے ہی نہیں۔ ٹف ٹائل لگی ہوئی ہے۔ اور دکان پر صرف میرا نام لکھا ہوا ہے۔ آپ کے نام کا خاک میں ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" عمران نے سعادت مندی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

صدیقی اور خاور اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"یہ جو تم حلوائی کی دکان کھول کر بیٹھ گئے ہو۔اس کے بارے میں لوگ کیا کہیں گے کہ باپ انٹیلیجنس کا سربراہ ہے اور بیٹا ڈاکٹریٹ کر کے یہاں بیٹھا مٹھائیاں فروخت کر رہا ہے۔" سر عبدالرحمٰن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اب کیا کروں ڈیڈی؟ پیٹ پالنے کے لیے بہت پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔فلیٹ کا نجانے کتنے زمانوں کا کرایہ واجب الادا ہے۔آغا سلیمان پاشا کی فرعون کے زمانے سے لے کر اب تک کی تمام تنخواہیں بمعہ سالانہ ترقی، بونسز اور واجبات میرے ذمے واجب الادا ہیں۔اس لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ناں!" عمران نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"کیا ہر وقت فضول بکواس کرتے رہتے ہو۔ کتنی بار تمھیں سمجھایا ہے کہ کوٹھی آ کر رہنا شروع کر دو! میں تمھیں خرچ دے دیا کروں گا۔اور ایسے فضول جھنجٹوں سے تمھاری جان بھی چھوٹ جائے گی۔ کہو! سلیمان کا کتنا حساب کتاب تمھارے ذمے ہے۔ میں ابھی سب بے باک کر دیتا ہوں۔ چھوڑو یہ سب اور میرے ساتھ کوٹھی چلو!" سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

"لیکن ڈیڈی! میں کب تک آپ کے روپوں پہ پلتا رہا گا۔کل میری شادی ہو گی۔ بیوی بچے ہوں گے۔جب وہ مجھ سے خرچ طلب کریں گے تو کیا میں انھیں آپ کے پاس بھیجا کروں گا کہ جاؤ اپنے دادا ابو سے لے لو! میں تو ٹٹ پونجیا ہوں۔ نکھٹو ہوں۔آپ کی بہو کیا سوچے گی؟ نہیں! نہیں! میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی ڈیڈی!" عمران نے جواب دیا۔اس کے ساتھی اور فیاض خاموش تھے۔

"تو اسی لیے تو تمھیں کہتا ہوں کہ کوئی ڈھنگ کی نوکری ڈھونڈ لو! لیکن تمھارے کانوں پر تو جوں تک نہیں رینگتی!" سر عبدالرحمٰن نے کہا۔ عمران کا جواب سن کر انھوں نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

"ڈیڈی! جوں کانوں پر نہیں بالوں کے گھنے جنگل میں سیر و تفریح کرتی ہے اور اپنا گھونسلہ بنا کر وہاں اپنی نسل کی افزائش کرتی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کو دکھا سکتا ہوں۔" عمران نے اپنے بالوں کو پکڑ کر سر عبدالرحمٰن کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ تو سر عبدالرحمٰن کا چہرہ عمران کے اس عمل پر غصے سے سرخ ہو گیا۔

"تم، تم! فیاض! اس گدھے کو گرفتار کر لو! یہ ہمیشہ میری ناک کٹوانے پہ تلا رہتا ہے۔" سر عبدالرحمٰن نے پہلے عمران پھر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ جو اب تک دونوں باپ بیٹے کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

وہ بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے خاموش کھڑا تھا۔ اب مصیبت اس کے گلے آ پڑی تھی۔ آگے کنواں پیچھے کھائی والا معاملہ تھا۔

"جج، جی سر! لیکن کس جرم؟" فیاض کی زبان بے اختیار ہکلا گئی۔ سر عبدالرحمٰن نے غصیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنا شروع ہو گئے۔ وہ ان کے غصے سے بے حد ڈرتا تھا۔

"تمھیں کس گدھے نے انٹیلی جنس میں بھرتی کیا ہے؟" سر عبدالرحمٰن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آ، آ، مم، میرا مطلب ہے کہ مجھے نہیں معلوم!" فیاض بری طرح سے گڑبڑا گیا۔ حالانکہ عمران کو گرفتار کرنا اس کی ازلی اور سب سے بڑی تمنا تھی۔

"ڈیڈی! یہ صحیح کہہ رہا ہے کہ آپ کو وارنٹ لانا پڑیں گے کہ میں کس جرم میں ملوث ہوں؟ یا پھر میں ملکی مفادات کے خلاف جرائم کا ارتکاب کر رہا ہوں۔" عمران نے سر عبدالرحمٰن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور سوپر! اگر اپنے سر کامیابی کا سہرا سجانا چاہتے ہو تو یہاں سے پھوٹ لو! پھر مت کہنا کہ عمران دوست تھا اور کامیابی کی کھیر اس نے کسی اور کو کھلا دی ہے۔" عمران نے فیاض کے قریب آ کر دھیرے سے کہا۔

"چلیں! سر! چلتے ہیں۔" فیاض نے سر عبدالرحمٰن سے لجاجت بھرے لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

سر عبدالرحمٰن کچھ دیر اسے گھورتے رہے پھر بولے۔

"چلو! فیاض! اب وارنٹ لے کر ہی آنا اور اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دینا!" سر عبدالرحمٰن نے کہا اور چل دیے۔

"ڈیڈی! جاتے ہوئے سروسز ہاسپٹل سے بھی ہوتے جایئے گا۔ آپ کو حالات کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔" عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

سر عبدالرحمٰن نے ایک لمحے کے لیے اس کی جانب مڑ کر دیکھا اور جیپ میں سوار ہو گئے۔

"سوپر! میں تمھیں ایک نصیحت کر رہا ہوں کہ تم صرف پیڑ کھانے پر توجہ دینا! آموں کی گنتی مجھ پر چھوڑ دینا! نہیں تو ساری عمر پچھتاؤ گے۔" عمران نے جاتے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسے اندیشہ تھا کہ مبادا فیاض لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو کر سچ مچ میں وارنٹ لے کر نہ آ دھمکے۔

()()()()()()()()()()()()()()

ابھی سر عبدالرحمٰن اور فیاض کو گئے ہوئے گھنٹہ بھی نہیں بیتا تھا کہ تین ہٹے کٹے غنڈے وہاں آ دھمکے۔

"آیئے! آیئے! بھائی صاحب! کہیے! کیا خرید فرمائیں گے؟ رس گلے، گلاب جامن یا پھر برفی! یا عمران حلوائی کے خصوصی لڈو کھائیں گے۔" عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بیٹے! لڈو تو ہم کھلائیں گے تمھیں۔تم نے جو کچھ ہمارے ساتھی کے ساتھ کیا ہے۔اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ!"عمران سے ایک غنڈے نے مخاطب ہو کر کہا۔

"تو اس میں کون سا بڑی بات ہے؟بھائی صاحب!آیئے!آپ کی بھی اسی طرح خاطر تواضع کرتے ہیں۔جس طرح آپ کے ساتھی کی پہلے اچھی بھلی خاطر تواضع کی تھی۔۔۔صدیقی!خاور!تیار ہو جاؤ!اور عمران حلوائی کے خصوصی لڈو اٹھا لو تاکہ ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ رہ جائے!"عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس کے ساتھ ہی سب نے لڈووں کے تھال میں سے لڈو اٹھا کر ہاتھوں میں تھام لیے۔

ادھر غنڈے بھی چیختے ہوئے ان پر حملہ آور ہو گئے۔

اس کے بعد ایک دلچسپ کھیل شروع ہو گیا۔ارد گرد کے کسی دکان دار نے بھی کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کی تھی۔سب اپنی اپنی دکانوں میں تماشا دیکھ رہے تھے۔شاید وہ ان غنڈوں کے ظلم و ستم کا شکار رہ چکے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے ان غنڈوں پر لڈو برسانا شروع کر دیے تھے۔

اس لڈو باری کا یہ نتیجہ نکلا کہ جس بھی غنڈے کو جسم کے جس بھی حصے پر کوئی لڈو لگتا تو اس غنڈے کو شدید چوٹ لگتی تھی۔

ان کے سر بھی پھٹ چکے تھے۔اور وہ زمین پر گر کر بری طرح سے چلاتے ہوئے چر مر ہو رہے تھے۔

یہ دراصل لڈو نہیں بلکہ لوہے کی موٹی موٹی گولیاں تھیں جن پر لڈوؤں جیسا رنگ کیا گیا تھا۔ غنڈے زمین پر پڑے بری طرح سے سسک رہے تھے۔ انھیں شدید چوٹیں آئی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے ان غنڈوں کی ٹانگوں کو ہدف بنایا تھا۔

"خاور! جلدی سے زعفرانی دودھ لاؤ تاکہ بچوں کی چوٹوں کا علاج کیا جا سکے!" عمران نے خاور سے کہا تو وہ جلدی سے ایک باکس میں سے عجیب سی رنگت کا دودھ والا برتن اٹھا لایا۔

پھر عمران نے صدیقی اور خاور کی مدد سے ان غنڈوں کو خوب زعفرانی دودھ پلا دیا۔

اس دودھ کو پینے کے کچھ لمحات کے بعد غنڈے گرتے پڑتے بری طرح سے پیٹ جکڑے ہوئے ٹیڑھے میڑھے ہوتے بھاگ نکلے۔

عمران صاحب! کیا سچ میں آپ نے دودھ میں زعفران ملایا تھا؟" صدیقی نے عمران سے " پوچھا۔ اسے غنڈوں کی عجیب سی حالت دیکھ کر عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔

"جمال گھوٹا!" عمران نے جواب دیا تو صدیقی اور خاور غنڈوں کو درپیش صورتحال کا اندازہ کر کے اور عمران کی اس شرارت پر دل کھول کر ہنسنا شروع ہو گئے۔

()()()()()()()()()()()()()()

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ عمران صاحب!" صدیقی نے عمران سے تنگ آ کر پوچھا۔ کیوں کہ عمران نے اب تک انھیں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ بس جب سے دکان سجائی تھی تب سے اب تک غنڈوں کو عجیب و غریب سزاؤں سے ہی نوازا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ انڈہ بھی نہ ٹوٹے اور اس میں سے ہٹا کٹا' بانکا سجیلا اور کلغی دار خوبصورت سا مرغ برآمد ہو جائے۔" عمران نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب ہوا بھلا آپ کی اس توجیح کا؟" خاور نے حیرانی سے پوچھا۔ کیوں کہ ان دونوں کو ہی عمران کی منطق سمجھ نہیں آئی تھی۔

"لو! ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ سانپ بھی جل جائے اور رسی کے بل بھی نہ ٹوٹیں!" عمران نے محاوروں کا بیڑہ غرق کرتے ہوئے کہا۔

"لو اور پوچھ لو ان سے! اونٹ کہ طرح ان کی کون سا کوئی کل سیدھی ہے جو یہ صاف صاف الفاظ میں کچھ بتا دیں۔" خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ صدیقی کے چہرے پر بھی ناگواری عیاں تھی۔

"میرے بچو! چوزوں کو سکون امی مرغی کے گھنیرے پروں تلے ہی میسر آتا ہے۔ اس لیے بچو تم بھی گھنیرے سائے کا انتظار کرو!" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

لیکن صدیقی اور خاور وضاحت طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھتے رہے۔

"بس یہ سمجھ لو کہ آج رات یہاں کچھ تو ایسا ہونے جا رہا ہے جس کی وجہ سے سر سلطان کو آئی۔ سی۔ یو میں منتقل ہونا ہے۔ ہم نے وہ وجہ تلاش کرنی ہے اور بات سر سلطان کا راز رکھنے کی ہے۔ اتنا جان لو کہ یہ معاملہ فور سٹارز اور سنیک کلرز کا ہے۔ اس لیے رات کا انتظار کرو! اور رات ہونے تک منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر انھیں چوسو یا چباؤ! یہ سب تم دونوں پر منحصر ہے۔" عمران جواب دیتے ہوئے کہا۔ تو صدیقی اور خاور نے یوں سر ہلا دیے جیسے وہ واقعی گھنگھنیاں چوسنے یا چبانے کے لیے رضامند ہو گئے ہوں۔

پھر گھور اندھیرا جونہی پر پھیلائے آسمان پر حاوی ہوا۔ تمام دکانیں بند ہوتی چلی گئیں۔ عمران بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دکان بند کر کے نکل لیا۔

جب آمد و رفت نہ ہونے کے برابر ہوئی تو عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ گرلز ہوسٹل کی پچھلی جانب سے دیوار پھلانگ کر جونہی اندر داخل ہوا تو ان کی مڈ بھیڑ چوکیدار سے ہو گئی۔ جو بڑے اطمینان کے ساتھ گن کندھے سے لٹکائے ٹہل رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتا صدیقی اور خاور نے اسے چھاپ لیا۔اور لمحوں میں انٹا غفیل کر دیا۔

پھر انھوں نے وہاں طویل بے ہوشی طاری کرے والی گیس کے کیپسول فائر کر دیے۔کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔

ریسیپشنسٹ کی ٹیبل پر انھیں ایک ادھیڑ عمر عورت بے ہوش پڑی ملی۔ ہوسٹل کے ہر کمرے میں انھیں پانچ سے چھ نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں بے ہوش پڑی ملیں۔ لیکن کوئی قابل گرفت بات انھیں نہیں ملی۔

"عمران صاحب! یہ کیا؟ کیا اس لیے ہم نے رات ہونے کا انتظار کیا تھا؟" خاور نے حیرانی سے پوچھا ۔کیوں کہ انھیں کچھ ملا نہیں تھا۔

"ہاں! عمران صاحب! اچنبے کی بات ہے۔ کھایا نہ پیا اور گلاس توڑا بارہ آنے والا معاملہ ہو گیا ہے۔" صدیقی نے بھی کہا۔

"میں تو خود حیران ہوں۔ یہاں تو جوتیوں میں دال بٹنا چاہیے تھی۔ لیکن یہاں تو کسی نانبائی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔اس کی پیشانی فکر انگیز شکنوں سے آلودہ تھی۔ پھر وہ تمام کمروں کا باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد آفس میں داخل ہو گئے۔

وہاں نہایت باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد انھوں آفس میں دائیں جانب ایک عجیب جگہ دریافت کر لی۔

اس جگہ ایک مخصوص ابھار موجود تھا۔جو الیوزن پیدا کرنے والے رنگ کی وجہ سے ان کی نظروں سے او جھل رہا تھا۔

عمران نے اس ابھار پر دباؤڈالا تو دیوار سرر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔اور ایک راہداری دکھائی دی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہو رہا تھا۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو گیس پسٹل تیار رکھنے کا کہہ کر راہداری میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

اس راہداری میں سی۔سی۔ٹی۔وی یا کسی بھی قسم کے حفاظتی اقدامات موجود نہیں تھے۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئے۔کمرہ ساؤنڈ پروف معلوم ہو رہا تھا۔کوئی آواز باہر نہیں آ رہی تھی۔عمران نے ہینڈل پر دباؤڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔

اندرونی ماحول دیکھ کر تینوں کے دماغ بھک سے اڑ گئے۔ان پر سکتہ ساطاری ہو گیا۔بے اختیار ان کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں۔

کمرے میں سینڈز والے ہائی ریزولیوشن کیمرے شوٹنگ میں مصروف تھے۔سینڈز والے ہائی کوالٹی ساؤنڈ ریکارڈز ریکارڈنگ کر رہے تھے۔ماحول انتہائی حد سے زیادہ اخلاق باختہ تھا۔

تین بیڈز لگے ہوئے تھے۔ان پر نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں عریاں حالت میں موجود تھیں۔اور ان پر برہنہ 'عریاں وحشی ٹوٹے ان کی عصمت دری میں مصروف تھے۔لڑکیوں کی حرکات وسکنات سے محسوس ہو رہا تھا کہ انھیں شہوانی جذبات ابھارنے والی ادویات دی گئی ہیں۔

الغرض کمرہ ایک منی پورن اسٹوڈیو کا منظر پیش کر رہا تھا۔

ان تینوں کے لیے سب سے زیادہ حیران کر دینے والی بات یہاں موجود ایک شخصیت تھی۔ جو ایک جانب بچھی ہوئی کرسی پر بیٹھا ان روح سوز مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ جذبات کی حدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

یہ ایک معروف سماجی شخصیت سردار جان تھا۔ جو یتیم ' بے سہارا اور بے آسرا لڑکیوں کے لیے ایک سائبان کی سی حیثیت رکھتا تھا۔

جو خود کو ان کا باپ کہلاتا تھا اور آج خود ان کی عزتوں سے ہولی کھیلنے میں مصروف تھا۔

ان تینوں کی آمد کا کسی نے بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔ سب کے سب اس وقت حیوانی کھیل میں مصروف ہو کر ارد گرد فراموش کر چکے تھے۔

عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لیے بری طرح سے بھینچ دیا ہو۔

اس نے سائیلنسر لگا پسٹل نکالا اور وہاں موجود تمام درندوں کو واصل جہنم کر دیا۔

اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ یہی حال صدیقی اور خاور کا بھی تھا۔ انھیں ایسے گھناؤنے کھیل کی بالکل بھی توقع نہیں تھی۔

"صدیقی! خاور! ان بے گناہوں کو ڈھانپو! یہاں تلاشی لے کر تمام مواد اپنی حراست میں لے لو اور اگر کوئی مائیکرو فلم ملے تو فوراً مجھے لا کر دو!" عمران کے لہجے میں دکھ کے ساتھ ساتھ کرختگی بھی موجود تھی۔

پھر صدیقی نے ایک مائیکرو فلم لا کر عمران کو دے دی۔ اس کے بعد عمران نے فیاض کو فون کر کے ہوسٹل کے معاملات سے آگاہ کر دیا۔ جب فیاض آیا تو تمام حقائق جان وہ بھی دل مسوس کر رہ گیا۔

عمران نے معاملات فیاض کو سنبھالنے کے لیے کہہ دیا۔ کیوں کہ سردار جان عمران کے نزدیک ایک ایسا درندہ تھا جسے صرف قانون کے آسرے پر چھوڑنا کافی نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کی بدولت رہائی پا سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران کو جوزف کی کال موصول ہوئی۔

" باس! جوزف بول رہا ہوں۔ میں نے جوانا اور ٹائیگر کی مدد سے قحبہ خانوں کو لڑکیاں سپلائی کرنے والا ٹرک اور ڈرائیور دونوں گرفتار کر لیے ہیں۔ اور ٹرک ڈرائیور نے سردار جان اور اس کی بیوی کے لڑکیاں سپلائی کرنے کے مکروہ دھندے کے بارے میں تمام تر معلومات اعتراف کرتے ہوئے بتا دی ہیں۔" جوزف نے عمران کو تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"او کے! فیاض آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ تعاون کرنا!" عمران نے کہا اور کال منقطع کر دی۔ موجودہ حالات نے اس کا دل بری طرح سے مکدر کر دیا تھا۔ اس لیے وہ بات بھی نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

" مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ پاکیشیا جیسے اسلامی ملک میں کوئی ایسا گھناؤنا کھیل بھی کھیلا جا سکتا ہے۔" صدیقی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"اور ہاں عمران صاحب! انھوں نے کوئی خاطر خواہ انتظامات بھی نہیں کیے تھے اور اس مائیکرو فلم میں کیا ہے؟" خاور نے پوچھا۔

"مائیکرو فلم کے بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ اس میں کسی کی زندگی پوشیدہ ہے۔ اور انتظامات تو تھے لیکن وہ میں نے اس مشین کے ذریعے سے پہلے ہی زیرو کر دیے تھے اور اس راہداری اور کمرے تک تو ان کے خیال میں کوئی بھی پہنچ نہیں پاتا ہو گا۔ اس لیے تم نے دیکھا کیسے دیدہ دلیری دروازہ کھلا چھوڑ کر وہ اس گندے اور روح سوز کام میں مصروف تھے۔ اور اسے زندہ چھوڑ دینے کا مطلب بے آسرا اور یتیم بچیوں کے ساتھ بہت بڑی اور ناقابل تلافی غلطی ہوتی۔ اگر کسی اور کام میں ملوث

ہوتے تو میں انھیں لازمی جیل کی سلاخوں کے پیچھے گلا سڑا دیتا۔" عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

آخر میں اس کا لہجہ سرد ہوتا چلا گیا تھا۔

پھر وہ تینوں وہاں سے نکلتے چلے گئے جبکہ فیاض ضروری کاروائی میں اپنے عملے کے ہمراہ مصروف ہو گیا۔

ختم شد

نائٹ کرائم

از قلم بابر امین ابر

علی عمران نے گرلز ہوسٹل کے سامنے حلوائی کی دکان کھول لی۔۔۔کیوں؟

علی عمران کا غنڈوں کے ساتھ منفرد انداز سے ٹکراؤ۔۔ایک دلچسپ صورتحال۔

علی عمران کا نائٹ کرائم کرنے والوں کو بے نقاب کرنا۔ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والی سچویشن۔

نائٹ کرام جس کا انجام عمران کو صرف اور صرف موت کے سوا کچھ سمجھ نہ آیا۔کیا واقعی۔۔؟

معاشرے کی تلخ حقیقت کو بے نقاب کرتا ایک ناولٹ جو آپ کی سوچ میں ہلچل برپا کر دے۔

بابر امین ابر کے قلم سے۔